عظمت مادرملت

شریف فاروق

جب مادرملت محترمہ فاطمہ جناح اپنے صدارتی انتخاب کے سلسلے میں موجودہ وزیراعظم میر ظفراللہ خاں جمالی جو کہ محترمہ کے باڈی گارڈ بھی تھے، کے چچا میر جعفر خاں جمالی کے ہاں پہنچیں تو راقم الحروف وہاں انتخابی مہم کی کوریج کے لیے موجود تھا۔ یہ وہ دور تھا جب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم کی ''جان عذاب'' میں آئی ہوئی تھی۔ اقتدار کی نیا ڈگمگاتی دکھائی دے رہی تھی۔ ملک کا کوئی بھی جاگیردار نواب یا اپنے علاقے کا فیوڈل سردار مادرملت کی حمایت میں خم ٹھونک کر میدان میں نکلنے کا تصور نہیں کرسکتا تھا اس لیے کہ اگر وہ ایسا کرتا تو اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جاتا۔ ایسی کسی بھی شخصیت یا خاندان کو زچ کرنے کے لیے ہر طرح کے گفتنی اور ناگفتنی ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے۔ اس پر نواب امیر محمد خان کالا باغ کی مغربی پاکستان پر جابرانہ و قاہرانہ گرفت اور ان کی طرف سے صدر ایوب کو یہ یقین دہانیاں کرانا کہ وہ صدر صاحب کو صدارتی انتخاب میں کامیابی سے ہمکنار کرا کے دم لیں گے۔ اس پر ''حاضر جناب'' بیوروکریسی کا جان کاہ اذیت ناک طوفان انگیزیاں۔۔۔ یہ میر جعفر خان جمالی مرحوم جیسے قائداعظم کے جاں نثار اور شمع جمہوریت اور مادرملت فاطمہ جناح کے پروانے کا بے باکانہ رویہ اور بلندی کردار کا کمال تھا کہ انہوں نے ایک انتہائی پسماندہ علاقہ میں سرکاری عتاب کے نتائج و عواقب کی پرواہ کیے بغیر محترمہ مادرملت کا استقبال کیا ان کے ساتھ زعمائے ملت اور اکابرین قوم کے ساتھ ساتھ مادرملت کے جانثاروں کے اعزاز میں شاندار ضیافت اور عوامی اجتماع کا اہتمام کیا۔

یہ وہ دور تھا جب حکمران ایک عام تھانیدار اور تحصیلدار کے ذریعہ اپنے مخالفوں کو اپنی وفاداریوں کا رخ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا کرتے تھے۔ اگر جبر و استبداد کے حربے بھی کام نہ دے سکتے تو حرص و آز اور سیم و زر کے جال بچھائے جاتے یہ دور۔۔۔ دورِ وحشت و بربریت تھا۔ ایسے دور میں میر جعفر خان جمالی مرحوم ان کے بھائیوں اور بھتیجے میر ظفراللہ خان جمالی کی بلندی کردار آزمائشوں اور امتحانوں کا تاریخ ساز دور تھا۔ میر جعفر خان جمالی مرحوم کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے والے جوان سال میر ظفراللہ خان جمالی کو جس کی عمر اس وقت صرف بیس سال تھی جوان رعنا اس بات پر پھولا نہیں سماتا تھا کہ وہ مادرملت کا باڈی گارڈ ہے۔ اور وہ اپنے زمانہ کی سب سے مقتدر شخصیت کی مخالفت میں محترمہ کے شانہ بشانہ کھڑا ہے۔ یہ اعزاز اللہ تعالیٰ کی دین تھا جو میر ظفراللہ خان جمالی کے لیے عمر بھر کا لازمہ و لاحقہ فخر

بن گیا ہے۔

جواں سال باڈی گارڈ میر ظفر اللہ خان جمالی کو جب وزارت عظمی کا منصب حاصل ہوا تو انہوں نے پاکستان کے طول وعرض سے آئے ہوئے مسلم لیگ (قائداعظم) کے وزراء، زعماء کونسلروں اور ارکان قومی وصوبائی اسمبلی کے نمائندہ اجتماع میں جونہی یہ اعلان کیا کہ '' سال رواں کو مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے سال کے طور پر منایا جائے گا'' تو چاروں طرف سے 'احسنت' کے نعرے بلند ہونے شروع ہو گئے۔ ایسے محسوس ہوا حاضرین مادر ملت کی شخصیت، عظمت اور تعلیمات سے فیض یاب ہونا چاہتے ہیں۔

راقم کے خیال میں وزیراعظم کا یہ اعلان ہر لحاظ سے لائق صد ستائش ہے اس لیے کہ پاکستان کے الجھے ہوئے مسائل کا حل صرف صحیح معنوں اور با اصول رہنمایانہ تعلیمات پر عمل کے بغیر ممکن نہیں۔۔ رہنمائی کی یہ شعاعیں محترمہ کی جدوجہد سے پھوٹتی ہیں۔ ویسے بھی بدقسمتی سے قائداعظم کے بعد اہل پاکستان کو کوئی ایسا رہنما نہ مل سکا جس کا کردار اس قدر پاکیزہ، بلند اور تعلیمات اتنی ہمہ گیر رہنمائی کے تقاضوں پر پورا اترتیں۔

قائداعظم کے بعد اگر کوئی دوسری شخصیت اس فکری اور نظری خلا کو پورا کرسکتی تھی تو وہ محترمہ مادر ملت کی ہی ہوسکتی تھی۔ قائداعظم کی وفات کے بعد سے محترمہ کی تقاریر، بیانات اور نشری پیغامات بہت جامع اور بامقصد ہیں یہ تقاریر بیانات اور نشری پیغامات کیا تھے؟ انہوں نے اہل پاکستان کے تمام طبقات کے علاوہ طلباء و طالبات کے اجتماعات دینی اور سیاسی جماعتوں کے اجتماعات سے لے کر علمی ہی نہیں دینی اور مذہبی تقریبات کے مواقع پر جو کچھ ارشاد فرمایا وہ ہماری سیاسی قومی تاریخ کا سرمایہ ہے۔ ایسا سرمایہ جو ہمارے لیے آج بھی رہنمائی کا کام دے سکتا ہے۔ ان اہم مواقع پر مادر ملت کے خصوصی پیغامات اور نشری تقریریں۔۔ حکمرانوں پر بجلی بن کر گرا کرتی تھیں۔ ۱۴ اگست، ۱۱ ستمبر، ۲۵ دسمبر، ۲۳ مارچ اور ۲۱ اپریل یوم اقبال کے مواقع پر محترمہ کے ارشادات روشنی اور نور کا باعث ہوا کرتے تھے لیکن بدقسمتی سے ہمارے رہنما اور حکمران ان کے ارشادات کی طرف کوئی توجہ نہیں دیا کرتے تھے۔۔ جہاں تک مادر ملت کا تعلق ہے وہ پاکستان کے حالات سے بے حد مضطرب، پریشان اور انتہائی نہیں بلکہ آخری حد تک آشفتہ خاطر تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب اپوزیشن کی تمام سیاسی جماعتوں نے ستمبر ۱۹۶۴ء میں ان سے یہ استدعا کی کہ وہ ایک بار پھر پاکستان کو بچانے کے لیے ملت پاکستان کی بے لاگ رہنمائی اور قوم کو بدکردار اور سیہ کار عناصر کے چنگل سے نجات دلانے کے لیے میدان عمل میں قدم رکھیں تو محترمہ نے پیرانہ سالی کے باوجود اپنے تمام تر آرام و آسائش کو قربان کرتے ہوئے سیاسی جدوجہد کا آغاز کردیا۔ یہ جدوجہد (۱) جمہوریت کے قیام، فروغ اور بقا (۲) جمہوری آئین کی تبدیلی، تشکیل اور نفاذ (۳) عمومی انتخابات کے انعقاد تاکہ پاکستان سے آمریت کا مستقلاً خاتمہ ہوسکے اور پارلیمانی

جمہوری نظام کے راستے کھل جائیں (۴) ملک کو کرپشن بدعنوانی اور ہر طرح کی آلائشوں سے نجات حاصل ہو سکے (۵) قائداعظم کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کا موقع مل سکے (۶) پاکستان میں قرآنی، اسلامی اور افکار اقبال کے خطوط پر ملکی نظام کو استوار کیا جا سکے (۷) عصری تقاضوں کے مطابق سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کی راہ اختیار کی جائے (۸) مشرقی اور مغربی پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ بے پناہ وسائل سے بھرپور کام لیا جائے۔ ان ہمہ گیر و ہمہ جہت مقاصد و مطالب کو بروئے کار لانا ان کے مقاصد تھے وہ ان مقاصد کے حصول کے لیے برملا، دوٹوک اور دبنگ طریق سے اظہار خیال کرتیں۔

ان کی قوت ایمانی کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۶۴ء میں جب ایک بار پھر انہوں نے قوم کی قیادت کی گراں بہا ذمہ داریاں سنبھالیں تو اس پیرانہ سالی میں لاکھوں کا مجمع ہمہ تن گوش ہو کر ان کی آواز پر لبیک کہا کرتا تھا۔ خوف و ہراس کا خاتمہ ہو چکا تھا اندھیرے چھٹ رہے تھے۔ اس موقع پر ''مادر ملت'' کے زیر عنوان حبیب جالب نے جو نظم لکھی وہ قومی و عوامی جذبات کی سو فیصد ترجمان تھی۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

ایک آواز سے ایوان لرز اٹھے ہیں لوگ جاگے ہیں تو سلطان لرز اٹھے ہیں
امید صبح بہاراں کی خبر سنتے ہی ظلمت شب کے نگہبان لرز اٹھے ہیں
دیکھ کے لہر میرے دیس میں آزادی کی قصر افرنگ کے دربان لرز اٹھے ہیں
ماں کے قدموں ہی میں جنت ہے ادھر آ جاؤ ایک بے لوث محبت ہے ادھر آ جاؤ
وہ پھر آئی ہیں ہمیں ملک دلانے کے لیے ان کی یہ ہم پہ عنایت ہے ادھر آ جاؤ
اس طرف ظلم ہے، بیداد ہے، حق تلفی ہے اس طرف پیار ہے الفت ہے ادھر آ جاؤ

اسی طرح ''ماں'' اور محترمہ کی وفات پر حبیب جالب کی نظموں نے قیامت بپا کر دی۔ یہی نظمیں حبیب جالب نے جیکب آباد، حیدر آباد اور اس علاقے کے دوسرے انتخابی جلسوں میں اپنے لحن داؤدی سے پڑھیں اور پورے ملک کی طرح یہاں بھی حکمرانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

مادر ملت کو راقم نے پہلی بار قریب سے جون ۱۹۵۷ء میں اس وقت دیکھا جب وہ قائداعظم کی وصیت کے مطابق قائداعظم کامرس کالج، اسلامیہ کالج کے ہوسٹلز وغیرہ کی تعمیر کے لیے خطیر رقم کا چیک دینے کے لیے تشریف لائی تھیں۔ اس موقع پر پشاور یونیورسٹی کا کانووکیشن ہال ابھی زیر تعمیر تھا۔ اس کی دیواروں سے پانی کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ سٹوڈنٹس یونین پشاور یونیورسٹی کے صدر مسٹر مصباح اللہ خان جو ان دنوں اقراء یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں اور جنرل سیکرٹری مسٹر محمد اعظم خان، سابق چیف سیکرٹری اور جواں سال طلباء محترمہ کی راہ میں آنکھیں بچھا رہے تھے۔

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی جیسے عظیم ماہر تعلیم اور دانشور پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور (عملاً) سرحد (ون یونٹ) چیف کمشنر مرحوم سید مسرت حسین زبیری کی پیہم استدعا پر محترمہ نے ڈین ہوٹل کی بجائے گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں تین روز تک قیام کرنا منظور فرمایا۔ خان عبدالغفار خان کے صاحبزادے اور خان عبدالولی خان کے چھوٹے بھائی خان عبدالعلی خان مرحوم نے بطور یونیورسٹی پراکٹر محترمہ کی اس تاریخی تقریب کا اہتمام کیا اور وہ سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ مادر ملت جب تشریف لائیں تو پشاور یونیورسٹی کے طلباء نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں ان کے اعزاز میں مصباح اللہ خان کا سپاسنامہ تشکر احترام اور سپاس گزاری کے جذبات سے معمور تھا۔

اسی طرح ستمبر سے لے کر راقم محترمہ کی سیاسی صدارتی انتخابی جدوجہد کو شب و روز ایک کر کے کور کرتا رہا۔ اس تاریخ ساز مہم کی تفصیلات کو اس صحبت میں بیان کرنا ممکن نہیں تاہم ۳۱ دسمبر ۱۹۶۴ء کو قیوم سٹیڈیم میں پشاور میں الیکشن کمشنر کی زیر صدارت آخری 'جلسہ محاذ آرائی منعقد ہوا۔ اس رات کو قیامت کی بادوباراں کا جو سلسلہ شروع ہوا تو جلسہ کے آغاز تک جاری رہا۔ قیوم سٹیڈیم پانی سے بھر گیا تھا۔ بنیادی جمہوریتوں کے ارکان انتخابی ووٹر تھے۔ ان کے تمام خیمے اکھڑ چکے تھے۔ اس موقع پر عجیب منظر دیکھنے میں آیا سرخ وسفید تندرست وتوانا فوجی جرنیل صدر پاکستان محمد ایوب فوجی جرابوں اور بوٹوں سمیت گرم کپڑوں میں ملبوس ان ملبوسات کے سب سے اوپر بھاری بھرکم چسٹر پہنے ہوئے تھے جب کہ ستر سالہ مادر ملت اپنے روایتی لباس ریشمی سفید شلوار قمیض میں ملبوس سر پر سفید دوپٹہ اور سیاہ رنگ کا فرغل (چغہ) اوڑھے مزے سے بیٹھی تھیں۔۔ حیرت ہوتی تھی کہ کراچی کی مرطوب آب وہوا کی پروردہ عمر رسیدہ خاتون پر نہ تو کپکپی طاری تھی اور نہ ہی وہ زمہریری موسم کی چیرہ دستیوں سے متاثر دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے لوہے اور فولاد کا پیکر ہوں۔۔۔ میں دل ہی دل میں صدر ایوب اور محترمہ دونوں شخصیات کا تقابل اور تجزیہ کر رہا تھا اور آج بھی جب یہ مناظر نگاہوں کے سامنے پھر جاتا ہے تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ جب انسان کے رگ و پے میں ایمان کی بجلیاں کوندرہی ہوں تو کیسی سردی اور کہاں کی گرمی۔۔ مقاصد جلیلہ کی خاطر انسان تختہ دار کی زنجیر کو حلقۂ گل قرار دیتا ہے اور مادر ملت کے سامنے ملک وقوم کی بقا کا ہنگامہ کارزار برپا تھا۔ اس لیے کہاں کی بارش کہاں کے اولے اور کہاں کے طوفان۔۔ حبیب جالب نے انتخابی میں میں ان کے کودنے کا صحیح نقشہ کھینچا تھا:

میداں میں نکل آئی اک برق سی لہرائی
ہر دست ستم کانپا بندوق بھی تھرائی
ہر سمت صدا گونجی میں آتی ہوں میں آئی
میں آتی ہوں میں آئی

اگلے روز یکم جنوری ۱۹۶۵ء کو مادر ملت پیر صفی الدین مکھڈ شریف مرحوم کے نئے زیر تعمیر یا نو تعمیر بنگلے پشاور روڈ راولپنڈی میں قیام پذیر تھیں۔ بادو باراں اور سردی کا وہی عالم تھا جو پشاور میں تھا۔ محترمہ نے تین چار ماہ کے دوران میں مجھے پہلی بار طلب فرمایا۔ انہیں علم تھا کہ میں بیک وقت محترمہ اور صدر ایوب خان کے جلسے کور کرتا ہوں اس لیے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ: WHAT IS YOUR ASSESSMENT ABOUT THE OUTCOME OF TOMORROW'S PRESIDENTIAL ELECTIONS (کل صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں ان کے نتائج کے بارے میں تمہارا اندازہ کیا ہے؟) میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ MOHTARMA ! IF ELECTIONS ARE HELD IN A FAIR AND IMPARTIAL MANNER THEN... محترمہ اگر انتخابات منصفانہ اور غیر جانبدارانہ طریق پر منعقد ہوئے تو۔۔۔ میں فقرہ مکمل نہ کر پایا تھا کہ محترمہ نے اپنے بھائی کے مخصوص انداز میں گرج کر فرمایا: THAN WHAT? (نہیں تو پھر کیا؟) محترمہ مزید کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ یہاں سے ہم راولپنڈی آرمی سٹیڈیم کی طرف روانہ ہو گئے۔

درویش کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جب محترمہ آرمی سٹیڈیم راولپنڈی میں ایوب خان مرحوم کے ساتھ کنفرنٹیشن میٹنگ میں بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کو ایڈریس کرنے کے لیے تشریف لے جا رہی تھیں تو اس وقت محترمہ کے ساتھ صرف ایک فرد تھا اور وہ صرف درویش تھا۔۔۔ چنانچہ محترمہ کے ساتھ درویش کی تصویر ۲ یا ۳ جنوری، ۱۹۶۵ء کے روزنامہ ''تعمیر'' میں شائع ہوئی عجیب بات ہے اس وقت احساس ہی نہ ہوا کہ یہ تاریخی تصویر مجھے محفوظ کر لینی چاہیے تھی۔ اس کے علاوہ بھی تین چار ماہ کے عرصہ میں لاتعداد مواقع آئے جب ان کے ساتھ تصاویر کھنچوائی جا سکتی تھیں۔ اس وقت بھی اور اب بھی اصل مسئلہ تصویر کا نہیں۔۔۔ مادر ملت کی تعلیمات عالیہ کا ہے ان کے مطالعہ اور ان پر عمل کرنے کا ہے۔

قوم کو ممنون ہونا چاہیے کہ وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے مادر ملت کی صورت میں پژمردہ اور افسردہ قوم کی عروق دریدہ کو قوی افقوں سے روشناس کرنے کا موقع مرحمت فرمایا ہے۔

مجلۂ ششماہی

تاریخ و ثقافت پاکستان

ہر سال اپریل اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے۔

پاکستان میں تاریخ و ثقافت کے موضوع پر علمی و تحقیقی رسائل کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے اس مجلہ کا اجرا جنوری ۱۹۹۰ء میں کیا گیا تھا۔ یہ مجلہ بنیادی طور پر برِصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تاریخ و ثقافت، تحریک پاکستان اور تاریخ پاکستان پر تحقیقی مقالات کی اشاعت کے لیے مختص ہے۔ اس میں برِصغیر اور عالمِ اسلام کے حوالے سے حالاتِ حاضرہ پر بھی مضامین شائع ہوتے ہیں۔

بدلِ اشتراک

	پاکستان	سارک ممالک	دیگر ممالک
فی شمارہ	۲۰ روپے	۳۵ روپے پاکستانی	۴ امریکی ڈالر
سالانہ	۳۵ روپے	۶۵ روپے پاکستانی	۸ امریکی ڈالر

قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳۰، اسلام آباد، پاکستان

مادرِ ملت

ترکیہ میں پاکستان کے پہلے سفیر ''ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح'' جیسی شہرہ آفاق نظم کے خالق جسٹس سرشاہ دین مرحوم کے صاحبزادے، قائداعظم محمد علی جناح کے فدائی اور تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماء میاں بشیر احمد مرحوم نے صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کے بعد پہلی بار جب مادرِ ملت لاہور تشریف لائیں اور ان کی وسیع و عریض شاندار اقامت گاہ ''المنظر'' ان کا انتخابی مرکز اور مسکن تھا تو اس موقع پر میاں بشیر احمد مرحوم نے ''مادرِ ملت'' کے زیرِ عنوان ایک ولولہ انگیز نظم پیش کی۔۔ موقع کی مناسبت سے یہ نظیم ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

بیدار ہوا خواب سے پھر اپنا وطن آج
آزادیِ افکار سے ہر گھر ہے چمن آج
غم ختم ہوا، دور ہوا رنج و محن آج
ہے جلوہ فگن قائداعظم کی بہن آج
پرنور ہے مسرور ہے پھر اپنا وطن آج
وہ فاطمہ زہرا کے ہے قدموں کی نشانی
جرأت میں صداقت میں کہاں اس کا ہے ثانی
جو بات سنی قائداعظم کی زبانی
دہراتی ہے وہ قائداعظم کی بہن آج
یاد آئے نہ کیونکر ہمیں بابائے وطن آج
وہ فخرِ وطن، فخرِ زمن، فخرِ قیادت
وہ پیکرِ حریت و تدبیر و فراست
یہ پاک زمیں جس کی کرامت ہے کرامت
کہتی ہے اسی قائداعظم کی بہن آج
ہر چیز سے ہے مجھ کو عزیز اپنا وطن آج
کہتی ہے کہ اے غافلو! ہشیار ہو ہشیار
اک معرکہ درپیش ہے تیار ہو تیار

حق لے کے رہیں گے یہ کر دو دل سے تم اقرار
للکارتی ہے قائد اعظم کی بہن آج
جاگ اٹھا ہے جاگ اٹھا ہے پھر اپنا وطن آج
سلطانی جمہور کا جب ہے یہ زمانہ
صد حیف ہوں پھر جبر کا جمہور نشانہ
ہے ہر کہ و مہ کے لیے ملت کا خزانہ
ضامن ہوئی خود قائد اعظم کی بہن آج
ملت کی لگی مادر ملت کو لگن آج
اقوال سے ہے اس کے میاں صدق جناحی
یہ عہد کریں آج کہ ہم حق کے ہیں راہی
اس جنگ میں رکھنا تو ہی لاج اپنی الٰہی
میدان میں ہے قائد اعظم کی بہن آج
قائد ہے وہ اور خیل جوانان وطن آج
گھبراؤ نہ حامی ہے وہ خود امن واماں کی
کیا ڈرتے ہو محرم ہے وہ ہر سود و زیاں کی
ملت کو یتیمی میں محبت ملی ماں کی
ہے رحمت حق قائد اعظم کی بہن آج
شاداب ہے سرسبز ہے پھر خاک وطن آج
عورت ہو کہ ہو مرد، یہ ہر فرد پکارے
قائد ہے میری قائد اعظم کی بہن آج
صد شکر کہ بیدار ہے پھر اپنا وطن آج

(روزنامہ جہاد، پشاور/ اسلام آباد، ۴ مئی ۲۰۰۳ء)